ڈاکٹر سید سلمان ندوی صاحب مدظلہ کا خطاب

نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نومن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ، اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اقراء باسم ربک الذی خلق ۝ خلق الانسان من علق ۝ اقراء و ربک الاکرم ۝ الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ صدق اللہ العظیم۔　　السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ !

مدرسہ حقانیہ کا قرض اور والد ماجد کی نسبت: مدرسہ حقانیہ میں میرا آنا ایک زمانہ سے مجھ پر قرض تھا اور الحمدللہ کہ آج حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی کی کرم نوازی سے یہ قرض بے باق ہوا۔ مجھے الحمدللہ اپنے بارے میں کوئی غلط فہمی نہیں اور مجھے اسکا پورا احساس ہے کہ آپ حضرات اساتذہ، اور حضرت مولانا نے میرے ساتھ جو اکرام کا معاملہ کیا وہ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے ہے اور آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس نسبت کا صحیح طور پر حقدار بھی بنادے دارالعلوم حقانیہ کا نام اور خود اکوڑہ خٹک کا نام تو ایک زمانے سے سن رکھا تھا اور جس نے بھی حضرت مولانا علی میاں کی کتاب ''سیرت سید احمد شہید'' پڑھی ہوا سے ان علاقوں کا علم ہوتا ہے۔

ماہنامہ ''الحق'' اور مولانا سمیع الحق سے براہ راست تعلق: لیکن چند سال ہوئے غالباً کسی رسالے میں میرا کوئی مضمون دیکھا ہو جس میں میرا ایڈریس تھا تو حضرت مولانا نے اپنی عنایت سے الحق رسالہ بھیجنا شروع کیا اس لحاظ سے براہ راست ایک تعلق کی شکل نکل آئی خیر میں حضرت مولانا کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے کام اور نام دونوں سے واقف تھا اور پھر ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا سے براہ راست خط و کتابت کا موقع ملا مجھے اتنا یاد ہے کہ جو پہلا خط میں نے حضرت مولانا کی خدمت میں بھیجا تھا اس میں شکایت کی تھی کہ یہاں پاکستان میں علماء کی کوئی موثر آواز اور پلیٹ فارم نہیں جسکے ذریعہ سے وہ آواز ان مقامات پر پہنچائی جا سکے جہاں اسکا پہنچانا ضروری ہے اسطرح سے خط و کتابت کا سلسلہ چلا اور الحق کے ذریعہ مجھے حق باتیں ملنے اور پڑھنے کو بھی ملیں۔ ہر وہ مسلمان جو دنیا کے کسی بھی حصے اور کونے میں ہوں جسے عالم اسلام اور خاص طور پر افغانستان میں انقلاب اور انقلاب کی تاریخ سے قلبی اور ذہنی لگاؤ تھا اور ہے تو اس سلسلہ میں الحق بہت ہی مدد و معاون ثابت ہوا اور اب بھی اس سے وہی ذہنی اعانت اور فکری سوچ ملتی ہے۔

مدارس دینیہ اور یونیورسٹیوں کے مقاصد الگ الگ: آپ حضرات جس مدرسہ میں پڑھ رہے ہیں اور آپ نے سوچ سمجھ کر اس مدرسہ میں داخلہ لیا ہوگا۔ اس مدرسے کی تعلیم کا مقصد اور مطمع نظر اور ذریعہ تعلیم اور جو علم آپ حاصل

کررہے ہیں وہ عام جامعات سے مختلف ہے۔مدارس جیسی درسگاہوں میں قربانی کا تصور خواہ وہ مالی ہو جسمانی ہو فکری ہو ذہنی ہو تعلیمی ہو وہ جامعات (یونیورسٹیوں) سے مختلف ہوتا ہے آپ کے ہاں مدارس میں جو طلباء ہیں ان پر اپنے نان نفقہ کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی ہے لیکن مدارس کے جو مہتمم اور ان کے جو منتظمین ہیں ان کے کندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہے کہ دو ہزار طلباء کو دوپہر اور شام کا کھانا کیسے پہنچایا جائے اور کہاں سے یہ نقد رقم ملے جس کے ذریعہ یہ انتظام کیا جاسکے تاکہ آپ ان امور سے فارغ رہ کر یکسوئی کے ساتھ ہمہ تن علم کی طرف متوجہ رہیں ان حضرات نے اپنے کندھوں پر یہ ذمہ داری لے رکھی ہے۔اسکے برخلاف جامعات اور دوسری یونیورسٹیوں میں اس کا نظم دوسری قسم کا ہوتا ہے وہاں طلباء سے فیس بھی لی جاتی ہے اور ان کو سکالرشپ بھی ملتا ہے اور بعض بعض اداروں میں بڑے کروفر اور ٹھاٹ باٹ سے یہ لوگ رہتے ہیں ان کے ہاں ایک علمی تعیش ہوتا ہے لیکن جس چیز کی طرف میں آپکی توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ کئی معاملوں میں مدارس اور جامعات دو مختلف چیزیں ہیں انکا مقصد دوسرا اور ذریعہ حصول مقصد دوسرا ہے۔

<u>دیوبند ندوہ اور علی گڑھ اکبر الہ آبادی کے الفاظ میں:</u> اکبر الہ آبادی ایک مرتبہ تین مختلف اداروں جو تین مختلف ردعمل سے انگریزوں کی آمد پر ہندوستان میں قائم ہوئے۔ایک دیوبند کی شکل میں نمودار ہوا جہاں تحفظ دین کا مسئلہ تھا۔دوسری علیگڑھ یونیورسٹی جسمیں مسئلہ انگریز قوم جو کہ یہاں فاتح قوم تھی اس کی ایڈمنسٹریشن میں فٹ ہونیکا مسئلہ تھا۔اور تیسرا تخیل ندوۃ العلماء کا تھا جو کہ دونوں نظریوں کو ملانا چاہتا تھا اور ایک فکری انقلاب پیدا کرنا چاہتا تھا اس سے اکبرالہ آبادی نے دیوبند کو ایک ''قلب دردمند'' ندوہ کو ''زبان ہوشمند'' اور علیگڑھ کو ''معزز پیٹ'' کے نام سے یاد کیا تھا۔

<u>اولین وحی اور سوالات کے جوابات:</u> جو آیات میں نے آپ کے سامنے تلاوت کیں وہ پہلی وحی ہے ان آیات کا جو پہلا لفظ ہے اقراء وہ اس زمانے میں ایک عجیب اور نامانوس سی چیز معلوم ہوتی ہے اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ کے ذہن میں کچھ سوالات تھے وہ ان سوالات کے جوابات چاہتے تھے۔عرب جو اس زمانے میں تھے ان کے ذہن میں بھی اس قسم کے سوالات پیدا ہوتے تھے مگر ان کے پاس سوچنے سمجھنے اور فکر و تدبر کرنے کا وقت نہیں تھا اور یہی حالات آج بھی ہیں۔خود عوام اور مسلمانوں تک یہی چیز ہے کہ ذہن میں سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ ہمارا خالق کون ہے؟ ہمارے خلق کا مقصد کیا ہے؟ ہم کہاں واپس جائیں گے؟ موت کیا ہوتی ہے؟ ہمارا دائرہ عمل کیا ہے؟ یہ تمام سوالات ہمارے ذہن میں بھی پیدا ہوتے ہیں لیکن چونکہ ہمیں اس کے جواب کیلئے سوچنے فکر کرنے اور تدبر کا وقت نہیں ملتا اس لئے ہم اس سے صرف نظر کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں لیکن جب اچانک کوئی حادثہ پیش آتا ہے کوئی صدمہ پیش آتا ہے، کوئی زلزلہ پیش آتا ہے یا کوئی ایسا فطری تغیر پیدا ہوتا ہے اس وقت اچانک یہ خیال آتا ہے کہ کچھ تو ہو ارسول ﷺ کے ذہن میں بھی سوالات تھے اسلئے آپ غار حرا تشریف لے جاتے تھے وہاں تحنث کرتے ،فکر و تدبر کرتے ،سوالات کے جوابات چاہتے تھے اور جب وحی نازل ہوئی تو ان سوالات کے جوابات مل گئے اگر جوابات نہ ملتے تو رسول ﷺ کیسے

مطمئن ہوتے اور پھر اگر خود مطمئن نہ ہوتے تو دوسروں کو کیسے مطمئن کراتے اسلئے سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا خالق کون ہے؟ مخلوق کون ہے؟ اور وہ خود کیا ہیں انکا مقصد کیا ہے۔ بہرحال وحی میں اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف کروایا کہ وہ خالق ہے اقرا باسم ربک الذی خلق اور یہی سوال تھا اور عجیب چیز یہ ہے کہ جو دوسری آیت ہے خلق الانسان من علق بظاہر اس کی کوئی ضرورت تو نہ تھی اسلئے کہ انسان بھی ایسا ہی مخلوق ہے جیسا کہ اور چیزیں مخلوق ہیں جب اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ فرمادیا کہ میں ہی خالق ہوں پڑھ اپنے رب کے نام پر جس نے پیدا کیا۔ اگر دوسری آیات نہ بھی ہوتی ظاہر ہے کہ انسان بھی شجر و حجر کی طرح ایک مخلوق ہے۔ ہر وہ چیز جو دنیا میں پیدا کی گئی ہے مخلوق ہی ہے۔ لیکن ہمارا ایمان و اعتقاد اور قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ قرآن مجید کا ہر لفظ اور آیت جو مکرر ہوا سکا کوئی خاص مقصد ہوتا ہے۔ اس لئے جو دوسری آیت ہے خلق الانسان من علق کی وہ بہت ضروری تھی اس لئے کہ وحی کا مخاطب انسان تھا اور انسان دوسری مخلوقات سے مختلف تھا

دنیا میں دو قسم کے مخلوق ہیں ایک تو وہ مخلوق جس کا دائرہ عمل پہلے سے طے شدہ ہے وہ اپنے دائرہ عمل سے نکل نہیں سکتے فرشتے گناہ نہیں کر سکتے پانی بہے گا آگ جلائے گی یہ ساری پراپرٹیز (خصوصیات) ہیں جو ان میں رکھ دی گئیں ہیں۔ وہ اس سے انحراف نہیں کر سکتے سورج نکلے گا غروب ہوگا' چاند نکلے گا غروب ہوگا' ستارے نکلیں گے رات آئے گی' دن جائے گا' یہ تمام چیزیں ہیں اور ان میں کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ صاحب آج میں تھک گیا ہوں آج میں نہیں نکلونگا ان کا دائرہ عمل طے ہے وہ کرتے رہینگے اور اس لئے کفار کے بارے میں آتا ہے کہ وہ روز قیامت کہیں گے یالیتنی کنت ترابا کاش ہم پتھر و مٹی ہوتے یعنی مکلّف نہ ہوتے اور ایک دائرہ کار کے پابند رہتے تو یہ سوال جواب تو ہم سے نہ ہوتا لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک ممتاز درجہ عطا فرمایا ان کو فکر و تدبر اور عقل دی جسکی بدولت وہ دیگر مخلوقات سے ممتاز ہوا اور جب یہ طے ہوگیا تو اب آیت کا مقصد سمجھ میں آتا ہے لیکن اگے چل کر قرآن جو کہتا ہے علم الانسان مالم یعلم دوبارہ انسان کا ذکر علم کے سلسلے میں کیا جارہا ہے اب علم میں کیا چیز ہے ایک تو وہ چیز جو سیکھی جائے، ایک سکھانے والا چاہئے، ایک سیکھنے والا چاہئے۔۔۔ تو ہمارے ہاں تینوں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں جو چیز سیکھی جائے اور پھر سکھانے والا اور اسکا پڑھنے والا سیکھنے سکھانے کے بارے میں جو حدیث ہے۔ خواہ وہ حدیث ضعیف ہو یا اس کی اسناد پر کوئی گفتگو کر بھی لی جائے لیکن اس کا جو معنی ہے وہ صحیح ہے انسان روزانہ سیکھتا ہے بچہ روزانہ سیکھتا ہے بوڑھے ہونے کے بعد بھی سیکھتا ہے بلکہ میں ایک قدم اور آگے بڑھاتا ہوں کہ مرنے کے بعد بھی آدمی سیکھتا ہے وہاں بھی نئی نئی چیزیں پیدا ہوتیں ہیں تو جہاں تک سیکھنے کا تعلق ہے اس سے نجات نہیں خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم سیکھتا تو ہے اب اس کے بعد مسئلہ اتنا رہ جاتا ہے کہ کس چیز کیلئے اسکا مقصد کیا ہے؟ علم کے دیئے جانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ ایک مقام پر فرماتے ہیں وما علمنه الا قليلا تمہیں علم کا تھوڑا سا حصہ دیا گیا تو آپ یہ خیال فرمائیں گے

کہ تھوڑے سے حصے کے دیئے جانے پر انسان خدا بننے کو تیار ہے۔ قرآن کی ایک دوسری آیت میں علم کی زیادت کے لئے دعا کی تلقین کی گئی ہے قل رب زدنی علما آپ یہ بتائیں کے ان آیات کے اولین مخاطب کون لوگ تھے۔ صحابہ حضور ﷺ کے وساطت سے اولین مخاطب تھے۔ اور صحابہ سے یہ کہا جارہا ہے کہ تم یہ دعا مانگو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں علم عطا فرمائے اور پھر حدیث میں مزید تاکید فرمائی کہ اسطرح دعا کروائے اللہ ہمیں علم نافع عطا فرمائے۔ لیکن ایک بات سمجھنے کی ہے جسکے لئے میں نے تمہید باندھی کہ علم کا حاصل کرنا بنفس نفیس خود کوئی مابہ الامتیاز چیز نہیں علم تو شیطان کو بھی حاصل تھا اسی لئے اس نے بحث بھی کی تو علم حاصل کرنا خود کوئی غیر معمولی چیز نہیں وہ تو غیر مسلم بھی حاصل کرتے ہیں لیکن کس چیز کیلئے حاصل کیا جائے کس کے نام پر اور کیا آپ خود اس سے نفع اٹھا سکتے ہیں کسی دوسرے کو نفع آپ پہنچائیں گے اسلئے حدیث میں علم نافع کا ذکر آتا ہے ایسا علم جس سے نفع پہنچ سکے اور جس سے نقصان پہنچے وہ بیکار ہے اور یہ طے ہو چکا ہے۔ رومی کا شعر ہے ۔ علم رابرتن زنی مارے بود　　علم رأبرجاں زنی یارے بود

کہ اگر علم کو تعیش جسمانی اور اپنے ترفع کیلئے استعمال کرو گے تو وہ تمہارے لئے سانپ بن جائیگا اور سانپ بن کر ڈسے گا لیکن اگر اسکو اپنے ایقان کے ساتھ قلب پر وارد کرو اور اسے ایمان کی سلامتی کیساتھ استعمال کرو گے تو وہ تمہارا دوست بن جائیگا۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر دوسرا مرحلہ یہ آتا ہے کہ جب آپ یہاں مدرسے سے فارغ ہو کر نکلتے ہیں تو عام طور سے یہ تاثر ہوتا ہے کہ اب ہم فارغ ہو گئے الحمدللہ ہم عالم ہو گئے ایک زمانہ تھا جب اسکے لئے مولوی کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا مولوی کے بعد مولانا کا لفظ استعمال ہوا پھر علامہ کا لفظ آیا۔ اور رفتہ رفتہ اور بہت سے خطابات اس میں شامل ہوتے چلے گئے لیکن اصل خطاب تو وہ ہے جو امت آپکو دے آپ اگر خود اپنے نام کیساتھ لگائیں گے تو وہ کچھ بھی نہیں اور قابل اعتبار نہیں اسکا مقصد یہ ہوا کہ جو علم آپ نے حاصل کیا اگر وہ صرف علم رہا بغیر تربیت، بغیر جذبہ احسان کے، بغیر تقویٰ کے اگر آپ نے علم کا حصول کیا اور اس علم کو آپ نے بدون مذکورہ خصوصیات کے استعمال کیا تو پھر وہ علم آپکے لئے نافع نہیں۔

<u>علماء میں انتشار و بے برکتی کا سبب:</u> ہمارے والد ماجد سے کسی نے سوال کیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ آج کل کے جو نئے اور تازہ متخرجین علماء ہیں ان میں اسلاف جیسی برکت نہ رہی اور ان میں انتشار بھی ہے اور یہی تاثر عام حلقوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب محدث نے ایک جگہ اسی مسئلہ پر گفتگو بھی فرمائی ہے۔ اسلاف میں حضرت مولانا زکریا اور انکے استاد کا رشتہ دیکھ لیجئے، ہمارے والد ماجد اور مولانا شبلی کا رشتہ دیکھ لیجئے، اور دوسرے حضرات کا دیکھیے، یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے اپنے استاد کے کہنے پر اپنے عیش اور آرام کو چھوڑ دیا۔ اور پوری عمر ان کے ساتھ گزار دی مولانا شبلی کا انتقال نومبر <u>۱۹۱۴ء</u> میں ہوا اور ہمارے والد ماجد اس وقت فارغ ہو کر دکن کالج میں السنہ شرقیہ کے استاد تھے ا۔ اس زمانے کے لحاظ سے (<u>۱۲، ۱۹۱۱ء</u>) ان کی تنخواہ آج کے لاکھوں کے برابر تھی مولانا شبلی کا جب

انتقال ہوا تو انہوں نے سیرت کا سلسلہ شروع کیا ہوا تھا اور قبل از وفات فرمایا کہ سیرت کا یہ مسودہ ان تین حضرات یعنی ہمارے والد ماجد یا مولانا حمید الدین فراہی یا مولانا ابوالکلام آزاد میں سے کسی ایک کے حوالے کیا جائے ہمارے والد ماجد پہلے پہنچ گئے ان کو سیرت کا وہ مسودہ دے دیا اور کہا کہ پہلے اس کی تکمیل کرو دکن کالج پونہ کی نوکری جہاں سو سوا سو مشاہرہ تھا، چھوڑ دی اور ۲۵، ۳۰ روپیہ ماہانہ پر اعظم گڑھ دارالمصنفین میں قیام کیا۔ ۱۹۱۶ء میں پھر ''معارف'' نکلنا شروع ہوا۔ یہ ایثار وقربانی جامعات کی یونیورسٹیوں میں کہاں ملتی ہے؟ یہ ایثار وقربانی ان چٹائی والے مدارس کی ہے۔

علم نبوت اور نور نبوت: آمدم برسر مقصد ہمارے والد ماجد نے اس سوال کا جواب دیا کہ آخر یہ علماء میں کمزوری کیوں ہے؟ فرمایا کہ دیکھئے ایک تو ہے علم نبوت اور ایک ہے نور نبوت۔ علم نبوت تو مدارس میں حاصل ہو جاتی ہے لیکن نور نبوت حاصل نہیں ہوتی نور نبوت کا مطلب تزکیہ و احسان اپنے قلب میں تقویٰ، خوف اور خشیت الٰہی کی کیفیت پیدا کرنے کا نام ہے، جو انسان کو سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔ اس لئے علم بدون عمل کچھ نہیں جہاں تک علم کا تعلق ہے چاہے عیسائی ہو یا یہودی وہ بھی تو علم حاصل کرتے ہیں۔ ایک بہت مشہور ڈچ سکالر جس کا نام اے جے ونسنگ ہے اس نے ۷، ۸ ضخیم جلدوں میں احادیث نبویہ کا انڈکس تیار کیا ہے جسکا نام ہے معجم المفہرس لالفاظ الاحادیث النبویہ صحاح ستہ کے علاوہ مسند امام احمد ابن حنبل اور موطا امام مالک کو اس میں پیش نظر رکھا گیا اور اس طرح اس نے آٹھوں احادیث کے مجموعوں کا اشاریہ بنایا۔ اس کے تیار کرنے کیلئے اس نے ان آٹھوں مجموعوں کے احادیث کو لفظاً لفظاً پڑھا۔ تب جا کر یہ اشاریہ تیار ہوا، لیکن وہ مسلمان تو نہیں تھا۔ بعض غیر مسلم لوگوں نے قرآن پاک کے تراجم کیے۔ ایک بہت بڑے مشہور انگریز مستشرق نے بھی قرآن کا ترجمہ کیا۔ قرآن کی ہر آیت کو اس نے لفظاً لفظاً پڑھا ہے لیکن وہ مسلمان تو نہیں تھا ...... بہرصورت اخلاص اور تقویٰ اور احسان کی کیفیت پیدا کرنی ہوگی اور اس کے لئے کسی کے ساتھ آپ کو بیٹھنا پڑے گا اور باقاعدہ سیکھنا ہوگا تو پھر آپ علم کو اپنی صحیح جگہ پر استعمال کر سکتے۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکے تو آپ اپنے مقصد میں ناکام رہے اسلئے ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ اپنے اندر وہ جذبہ پیدا کریں اور ظاہر ہے کہ یہ جذبہ ایثار وقربانی سے حاصل ہوگا اور اس کیلئے اپنے آپ کو تربیت کے ان تمام منازل و مراحل سے گزارنا ہوگا جو اس کا مطالبہ کرتی ہے۔ بڑے بڑے علماء اساطین علم آخر ان کو کیا ضرورت پڑی کہ انہوں نے اپنے تمام تر علمی کمال اور پہاڑ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کسی استاد کے حوالے کیا، خواہ وہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی ہو مولانا زکریا ہو خواہ وہ کوئی اور ہو۔ ہر شخص کسی نہ کسی منزل پر پہنچ کر پھر اس کی تلاش کرتا ہے آپ حضرات نوجوان ہیں بہت مشہور طویل حدیث ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سات لوگ قیامت کے دن اللہ کے عرش کا سایہ کے نیچے ہونگے۔ یوم لاظل الاظلہ، جب کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔ حدیث میں جو پہلی کیٹگری کی ہے وہ امام عادل کی ہے وہ تو سمجھ میں آتی ہے، اسلئے کہ اس نے اپنے کندھے پر پوری رعایا کا بوجھ لیا ہے اسلئے حضرت عمرؓ مدینہ کی گلیوں میں خلافت کے بعد روتے

پھرتے اور کہتے کہ کوئی ایک بکری یا بھیڑ اگر بھوکی رہی تو اس کا جواب بھی مجھے دینا ہوگا۔ حضرت ابوبکرؓ اپنی خلافت کے بعد گلیوں میں دوڑتے پھرتے کہ مجھ سے یہ منصب لے لو' یہ منصب بڑی ذمہ داری کا ہے۔ تو امام عادل سمجھ میں آتا ہے لیکن دوسری کیٹیگری وہ عجیب معلوم ہوتی ہے کہ اور تمام کیٹیگریز اسکے بعد میں آتے ہیں اور وہ ہے شاب نشاء فی عبادۃ اللہ ایک ایسا نوجوان جسکی زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزری ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت آزمائش ٹھہری کہ صاحب اسکے ذریعے تمہارا امتحان ہوسکتا ہے۔ آپ حضرات نوجوان جو یہاں سے فارغ ہوکر نکل رہے ہیں تو آپکی زندگی' طرز حیات اور جو علم حاصل کیا یہ تمام چیزیں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے ہونی چاہیے۔

نصاب سے جہادی آیات کے نکالنے کا مسئلہ: آج کل کے اخباروں میں ہنگامہ ہے کہ مدارس کے نصاب کو تبدیل کیا جائے یہ بھی خبریں ہیں کہ سکولوں کے نصاب سے جہاد کی آیتیں نکالی جارہی ہیں بدر اور احد کے واقعات نکالے جارہے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ تو نکال دینے سے کیا فرق پڑتا ہے قرآن سے تو نہیں نکال سکتے ہیں قرآن کی آیات تو موجود ہیں۔ ابھی یہ قاری صاحب نے تلاوت فرمائی ان الذین قالو ربنا اللہ ثم استقامو ،استقامت کا مطلب کیا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت میں جو بھی قربانیاں پیش آئیں وہ پیش کرنی ہونگی صحابہ نے کر کے دکھائیں۔

جہاد کا وسیع مفہوم اور فکری جہاد: خواہ عملی جہاد ہو' قلمی ہو' علمی ہو' فکری ہو لیکن جہاد سے مفر نہیں ہے۔ یہ تو انگریزوں اور انگریزی پڑھے لکھے مسلمانوں نے جہاد کے مفہوم کو تنگ اور محدود کر دیا کہ جہاد کا اصل معنی صرف یہی ہے کہ جہاد تلوار سے کیا جائے۔ یہ صحیح ہے کہ تلوار کا جہاد افضل ہے' اس لحاظ سے کہ جب اس کا موقع آئے تو وہ ہی کرنا ہوگا لیکن جہاد کا مطلب آپ کا اللہ کے راستے میں علم کی قربانی دینا بھی ہے۔ آپ نے اگر راستہ سے پتھر ہٹا دیا تو وہ بھی جہاد ہے۔ جہاد کے سلسلے میں اسلام کے کئی محاذ ہیں لیکن اس میں سب سے بڑا جہاد جس کا ذکر مولانا ابوالحسن علی ندوی نے بھی کیا ہے وہ غزوۃ الفکری ہے۔ جو فکری انحطاط' فکری لامذہبیت و لادینیت ہے اس کے خلاف آپ کو جہاد کرنا ہے۔ آپ یہاں پڑھ رہے ہیں آپ کو یہ معلوم نہیں کہ یہ زہر کہاں سے آرہا ہے؟ اور کہاں کہاں پھیل رہا ہے؟ اور اس زہر کا تریاق کیا ہوگا؟ تو آپ کیسے جہاد کریں گے؟

میثاق مدینہ کو سیکولر معاہدہ کہنے والے: پچھلے سال کا واقعہ ہے میں ''ڈان'' اخبار میں ایک مضمون دیکھ رہا تھا جس میں یہ ذکر تھا کہ میثاق مدینہ ایک سیکولر قسم کا معاہدہ تھا یعنی دوسرے لفظوں میں مطلب یہ تھا کہ پاکستان میں سیکولرزم کو رائج کیا جائے۔ کیونکہ یہاں پر غیر مسلم بھی رہتے ہیں اور نمونہ کے طور پر انہوں نے میثاق مدینہ کا حوالہ دیا کہ میثاق مدینہ ایک سیکولر قسم کا معاہدہ تھا تو اگر نبی وقت سیکولر کا معاہدہ کر سکتا ہے تو ہم کیوں نہیں کر سکتے۔ دیکھئے کتنی بیوقوفی اور ایمان کی کمی اور کمزوری کی بات ہے کہ نبی وقت سے یہ توقع رکھی جائے کہ وہ سیکولر معاہدہ کرے گا۔ اگر میثاق

مدینہ کوئی بنظر غور دیکھے اور سمجھے تو اس میں کون سا سیکولرزم تھا۔ عربی کا ایک لفظ ہے امۃ اس کو انہوں نے قوم کے نام پر ترجمہ کرتے ہوئے استعمال کیا۔ کیا عربی زبان کا جان لینا کسی کو تفسیر کا حق دیتا ہے؟ جواب نفی میں ہے۔ اگر صرف زبان کسی علم کے حاصل کرنے کیلئے معیار ہے۔ تو میں بھی انگریزی جانتا ہوں' کیا میں انگریزی کی اصطلاحات اور انگریزی ٹرمینالوجی کی تشریح کر سکتا ہوں؟ نہیں کر سکتا ہوں۔ اگر ایک وکیل غیر وکیل کو حق نہیں دیتا کہ وہ ان کے قانون کی تشریح کرے تو وہ یہ حق اپنے آپ کے لئے کیسے لے لیتا ہے کہ صاحب عربی جاننے کے بعد سب کچھ ہمارے لئے سہل ہو گیا۔ یہ کتنی بیوقوفی کی بات ہے۔ بہرحال اس فکری حملے سے نمٹنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ ان حالات سے واقفیت پیدا کریں اور حالات عامۃ کا مطالعہ کریں اور ایسے مجلّے اور رسالے زیر نظر رکھیں' آپ کے اساتذہ ہیں' ان سے سمجھنے اور سیکھنے کی کوشش کریں۔ آپ کو یہاں سے نکل کر اُس میدان میں جانا ہے۔ جہاں جنگ ہی جنگ ہے۔

گوشہ نشینی کا وقت نہیں: میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ جب رسول اللہ ﷺ غار حرا پر تشریف لے گئے اور ان کو پہلی وحی مل گئی۔ تو کیا رسول اللہ ﷺ اس پہلی وحی لینے کے بعد دوبارہ غار حرا تشریف لے گئے؟ اس کے بعد آپ کا غار حرا سے کوئی تعلق نہ تھا اس لئے کہ اب جو جنگ لڑنی تھی یا ایہا المدثر قم فانذر اب جو جنگ سڑکوں، گھروں، بازاروں، جنگلوں میں لڑی جا رہی تھی۔ اب تحنث' قفس گیری اور گوشہ نشینی کا وقت نہ تھا یہ عملی جہاد کا وقت تھا۔ جب آپ اپنے اس قلعے سے باہر نکلیں گے اور جس میدان میں آپ کو جانا ہے وہاں جنگ ہی جنگ ہے۔ اس جنگ کی تیاری کیلئے آپ کو فکری مطالعہ بڑھانا ہوگا اور ان کے جوابات کیلئے آپ کو تیاری کرنی ہوگی کوئی آپ کی یہ بات نہیں سنے گا کہ میں فلاں مدرسے کا طالب علم ہوں اور وہ ادارہ مستند ہے۔ اس کے لئے دلائل کے ہتھیار سے اپنے آپ کو لیس کرنا ہوگا۔ تب ہی آپ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ اقبال کا شعر ہے ۔

ہم نے سوچا تھا کہ لائے گی فراغت تعلیم کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

تو ان کا مطمع نظر کچھ اور ہے اور آپ کا کچھ اور۔ تو جب مطمع نظر کا فرق ہے۔ تو پھر آپ کو وہ ذرائع استعمال کرنے ہوں گے جس سے آپ کامیاب پا سکیں۔ اس کے ساتھ میں اپنی گزارشات ختم کرتا ہوں۔ اور آپ سے درخواست کرتا ہوں میرے لئے بھی دعا فرمائیں میں بھی اس کا مستحق ہوں اور اگر آپ تک یہ بات پہنچ گئی اور آپ اس کو سمجھ گئے تو میں سمجھوں گا کہ الحمدللہ کامیابی حاصل ہوئی۔ اقبال کا ایک شعر ۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل؟ دل ونگہ جو مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

اگر آپ کی نگاہ' دل، فکر، ذہن' خیالات اور جسم نہیں بدلا تو پھر آپ گھاٹے میں ہیں۔ جو ہمارے یہاں مسلمان ہیں وہ اپنے آپ کو بڑے عالم سمجھتے ہیں لیکن ان کا ذہن اصلاً مغربی افکار کا گھر ہوتا ہے۔ ان پر مغربی افکار کی وجہ سے ایک رعب سا طاری ہوتا ہے۔ آپ پر الحمدللہ وہ رعب نہیں۔ آپ لوگوں کا مصالحہ تیار ہے اور مصالحہ تیار ہو تو اس مصالحے اور بارود کا صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو وہ نشانہ پر صحیح پہنچے گا۔